قرآن مجید میں امثال کا استعمال

شاکر حسین خان

ریسرچ اسکالر، شعبہ علوم اسلامی، جامعہ کراچی

”مثال“ عربی زبان کا لفظ اور مونث کا صیغہ ہے اس کی جمع امثال ہے۔ یہ لفظ اردو زبان میں بھی انہیں معنی میں استعمال ہوتا ہے اس کا مادہ مثل ہے جو کہ م، ث اور ل کا مخفف ہے۔ یہ لفظ قرآن مجید میں پچاس (۵۰) مرتبہ مختلف صیغہ جات کی صورت میں استعمال ہوا ہے۔[۱]

مثال کے لغوی معنی درج ذیل ہیں:

نظیر، مثل، مانند، تصویر، صورت، نمونہ، تمثال، کہانی، حکایت، مثل اور کہاوت کے ہیں۔[۲]

مثال دینے کی ضرورت و اہمیت:

مثال لوگوں کو سمجھانے کے لئے دی جاتی ہے تاکہ لوگ نصیحت حاصل کرسکیں، مثال سے عبرت حاصل کی جاتی ہے، مثال کے ذریعے سے غور و فکر کے بند دریچے کھلتے ہیں اس کے ذریعے سے تفکر پیدا ہوتا ہے، مثال سننے اور کہنے سے انسان کا ذہن نشو و نما پاتا ہے۔ مثال دینا عربوں کا شعار، فارسیوں کا طریقہ اور ہند کا رواج ہے دنیا کے ہر خطے کے باشعور انسان اپنی اپنی زبانوں میں گفتگو کے دوران مثالیں دیتے ہیں گویا امثال کا استعمال ایک بین الاقوامی طریقہ کار ہے قرآن مجید نے بھی اس اسلوب کو اپنایا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی اصلاح کے لئے قرآن مجید میں متعدد امثال بیان فرمائی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

ولقد ضربنا للناس فی هذا القرآن من کل مثل لعلهم یتذکرون۔[۳]

”اور بیشک ہم نے انسانوں کے لئے اس قرآن میں ہر قسم کی مثال بیان فرمائی کہ یہ نصیحت قبول کریں“۔

اور فرمایا:

وتلک الامثال نضربها للناس وما یعقلها الا العلمون۔[۴]

”اور یہ مثالیں ہم بیان فرماتے ہیں لوگوں کے لئے اور نہیں سمجھتے انہیں سوائے علم والے“۔

یعنی اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں جو امثال بیان فرمائی ہیں انہیں اہل علم ہی سمجھتے اور ان سے سبق حاصل کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ایک مقام پر ارشاد فرمایا۔

ولقد صرفنا فی هذا القرآن للناس من کل مثال۔[۵]

”اور بیشک ہم نے اس قرآن میں انسانوں کے لئے ہر قسم کی مثال طرح طرح سے بیان فرمائی“۔

اور فرمایا: وتلک الامثال نضربها للناس لعلهم یتفکرون۔[۶]

اور یہ مثالیں ہم بیان فرماتے ہیں لوگوں کے لئے وہ سوچیں۔

ان آیات قرآنیہ سے امثال کی ضرورت اور اہمیت عیاں ہوتی ہے اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں مختلف اقسام کی امثال بیان فرمائی ہیں تاکہ انسان ان مثالوں کے ذریعے سے نصیحت حاصل کرسکیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان آیات قرآنی میں انسانوں کو دعوت فکر دی ہے کہ وہ ان مثالوں کو پڑھیں، سمجھیں اور ان میں تفکر کریں۔ انسان ان مثالوں سے سبق حاصل کر کے اپنے اعمال کی اصلاح کرسکتا ہے۔ منکرین ان امثالوں سے استفادہ نہیں کرسکتے ان کے برعکس اہل علم ان امثال کو سمجھتے ہیں اور ان سے مستفیض ہوتے ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ”بیشک قرآن مجید پانچ طریقوں (پانچ قسم کی آیات) پر نازل ہوا۔ حلال، حرام، محکم، متشابہ اور امثال پر، تو تم حلال پر عمل کرو حرام سے اجتناب کرو، محکم کی اطاعت کرو متشابہ پر ایمان لاؤ اور امثال سے عبرت حاصل کرو۔[۷]

قرآن مجید کی امثال کو دو اقسام میں تقسیم کیا گیا ہے ۱۔ ظاہری امثال ۲۔ پوشیدہ امثال

ظاہری امثال سے مراد وہ مثالیں ہیں جنہیں مثالیں ظاہر کر کے بالتصریح بیان کیا گیا ہے یعنی واضح طور پر تشریح کے ساتھ۔ پوشیدہ یا مخفی وہ مثالیں ہیں جنہیں بالتصریح بیان نہیں کیا گیا ان کے معنی مخفی ہیں وضاحت طلب ہیں ان میں مثل کا کوئی ذکر نہیں ہے۔[۸]

اللہ تعالیٰ نے اپنی آخری الہامی کتاب قرآن مجید میں متعدد مقامات پر ظاہر مثالیں بیان فرمائی ہیں ان میں سے چند یہ ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے منافق شخص کی مثال آگ اور پانی سے دی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

مثلهم کمثل الذی استوقد نارا فلما اضاءت ما حوله ذهب الله بنورهم۔[۹]

ان کی مثال اس کی طرح ہے کہ جس نے آگ روشن کی تو جب اس کے آس پاس سب روشن ہو گیا تو اللہ نے لے لیا اس کا نور۔

یعنی وہ اندھے ہو گئے اور اندھے کو روشنی سے کوئی فائدہ نہیں ہوتا اندھے کو چراغ جلانے کی ضرورت نہیں کیونکہ انکی آنکھیں ہی بند ہیں اس کو روشنی کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتی، اسی طرح منافق کا دل اندھا ہے صرف

زبان سے کلمہ پڑھنے سے مسلمان ہوتی نہیں سکتا جب تک دل سے ایمان کو قبول نہ کیا جائے۔

خرد نے کہہ بھی دیا لا الٰہ تو کیا حاصل
دل و نگاہ مسلماں نہیں تو کچھ بھی نہیں ۱۰

اللہ تعالیٰ نے ایک مقام پر منافق کی مثال اس طرح بیان فرمائی ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

او کصیب من السمآء فیه ظلمت و رعد و برق ج یجعلون اصابعهم فی اذانهم من الصواعق حذر الموت والله محیط بالکفرین ° یکاد البرق یخطف ابصارهم کلما اضاء لهم مشوافیه واذا اظلم علیهم قاموا ط ۱۱۔

یا جیسے بادل سے بارش ہو اس میں ہو اندھیرا، گرج اور چمک یا اپنی انگلیاں کانوں میں ٹھونستے ہیں کڑک کی وجہ سے موت کے ڈر سے اور اللہ کافروں کو گھیرے ہوئے ہے قریب ہے کہ بجلی انکی بصارت چھین لے گی جب روشنی ہوتی ہے تو چلنے لگتے ہیں اور جب اندھیرا ہو جاتا ہے تو کھڑے رہ جاتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے اس مثال کو منافق کی مثال کے مساوی قرار دیا ہے۔ جب منافقین رسول اللہ ﷺ کی مجلس میں شریک ہوتے تو اپنے کانوں میں انگلیاں ٹھونس لیتے کہ کہیں ان کی نصیحت اثر نہ کر جائے اور انکی منافقت کا خاتمہ ہو جائے اور وہ مومن نہ بن جائیں۔

روشنی میں چلنے سے مراد یہ ہے کہ جب مسلمان فتحیاب ہوتے اور انہیں مال غنیمت حاصل ہوتا تو منافقین روشنی سے مستفیض ہونے والے شخص کی طرح غنیمت حاصل کرنے کی خاطر مسلمان بن جاتے اور جب مسلمانوں کو کوئی تکلیف پہنچتی تو اسلام چھوڑ دیتے جس طرح اندھیرے میں کھڑا ہو جانے والا شخص روشنی کے بغیر نہیں چلتا اسی طرح یہ لوگ کسی لالچ کے بغیر اپنے آپ کو مسلمان نہیں کہتے صرف مال غنیمت حاصل کرنے کے لئے مسلمان بن جاتے ہیں۔

قرآن مجید کی انتیسویں (۲۹) سورۃ کا نام العنکبوت (مکڑی) ہے اس سورۃ کے نام کا سبب بھی مثال (کہاوت) ہے جو اب پیش کی جا رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے

مثل الذین اتخذوا من دون الله اولیآء کمثل العنکبوت اتخذت بیتا وان اوهن البیوت لبیت العنکبوت لو کانوا یعلمون ° ۱۲۔

ان کی مثال جنہوں نے اللہ کو چھوڑ کر اور مالک بنالئے ہیں مکڑی کی طرح ہیں کہ جس نے جالے کا گھر بنایا بلاشبہ تمام گھروں سے کمزور ترین گھر مکڑی کا گھر ہے کیا اچھا ہوتا اگر تم علم رکھتے۔

اس آیت میں شرک کی مذمت کی گئی ہے، مشرک کو مکڑی اور ان کے جھوٹے معبودوں کو جالے سے

تعبیر کیا گیا ہے۔ یعنی جس طرح مکڑی کا جالا، گرمی، سردی، ہوا اور بارش وغیرہ سے حفاظت نہیں کر سکتا یہی حال ان بتوں کا ہے یہ کچھ فائدہ نہیں پہنچا سکتے۔ چنانچہ حاصل یہ ہوا کہ سب دینوں میں کمزور ترین دین بت پرستی کا دین ہے۔

مرتد اور خواہش کا تابع کتے کی مانند ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے

فمثله کمثل الکلب ان تحمل علیه یلهث او تترکه یلهث ، ذلک مثل القوم الذین کذبوا بایتنا ۱۳۔

تو اس کی مثال کتے کی مانند ہے اس پر تو حملہ کرے تو ہانپے زبان نکال کر اور چھوڑ دے تو پھر بھی ہانپے زبان نکال کر یہ مثال ہے انکی جنہوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا۔

یعنی جو شخص اپنی خواہش کا تابع ہو کر اللہ تعالیٰ کی نشانیوں کو جھٹلاتا ہے یا دنیاوی مال ومتاع کی خاطر مرتد ہو جاتا ہے تو اس کی مثال کتے کی مانند ہے۔ جس طرح کتا دونوں حالات میں یکساں ہو کر ہانپا کرتا ہے اسی طرح اس شخص کا حال ہوا کہ خواہ اس کو نصیحت اور اسلام کی دعوت دو یا نہ دو کچھ مستفیض نہیں ہوتا۔

کفار کے اعمال راکھ کی مانند ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

مثل الذین کفروا بربهم اعمالهم کرماد ن اشتدت به الریح فی یوم عاصف لا یقدرون مما کسبوا علی شئ ۱۴۔

ان کی مثال جنہوں نے پروردگار کا انکار کیا ان کے اعمال راکھ کی مانند ہیں جس پر تیز ہوا کا جھونکا آیا ہو آندھی کے دن ساری کمائی سے ہاتھ دھو بیٹھے۔

یعنی کفار کے وہ اعمال جو وہ انسانوں کی فلاح و بہبود کے لئے کرتے ہیں راکھ کی مانند ہیں اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے بغیر ان اعمال کا کوئی فائدہ نہیں انکی مثل راکھ ہے جو تیز ہوا سے اڑ جاتی ہے اور باقی کچھ نہیں رہتا۔

کتابیں لادنے والا گدھے کی مانند ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے

مثل الذین حملوا التورۃ ثم لم یحملوها کمثل الحمار یحمل اسفارا ، ۱۵

مثال ان کی جن پر توریت گراں بار کی گئی پھر انہوں نے اسکی علم برداری نہیں کی۔ گدھے کی مثال ہے جو لادے اپنی پیٹھ پر کتابیں۔

یعنی یہودی گدھے کی مثل ہیں اگر گدھے پر کتابیں لاد دی جائیں تو وہ پھر بھی علامہ نہیں بن سکتا اللہ تعالیٰ نے یہودیوں کو کتاب عطا کی لیکن انہوں نے اس کتاب کی تعلیمات کو پس پشت ڈال دیا۔ یہاں پر یہ بات بھی قابل غور ہے کہ اگر ہم قرآن کی تعلیمات کو چھوڑ دیں گے تو اس مثال کے تحت یہودیوں اور ہم میں کچھ فرق باقی نہ رہے گا۔ زمانہ حال مسلمانوں نے یہودیوں کی طرح اللہ تعالیٰ کی کتاب سے عملی طور پر روگردانی کر رکھی ہے اس لئے ذلیل وخوار ہو رہے ہیں۔

ورنہ قرآن گر ہم نے نہ بھلایا ہوتا
یہ زمانہ نہ زمانے نے دکھایا ہوتا

اور کلمۂ توحید کی مثال اللہ تعالیٰ بیان فرماتا ہے:

ضرب الله مثلا كلمة طيبة كشجرة طيبة اصلها ثابت و فرعها فى السمآء ' تؤتى اكلها كل حين باذن ربها [17]

''اللہ تعالیٰ نے کیسی مثال بیان فرمائی پاکیزہ بات کی جیسے پاکیزہ درخت جس کی جڑیں مضبوط اور شاخیں آسمان میں ہر وقت پھل دار رہتا ہے اللہ تعالیٰ کے حکم سے''۔

یہ مثال کلمۂ توحید اور ہر نیک اور اچھی بات کی ہے۔

اور کلمۂ کفر کی مثال یہ ہے:

ومثل كلمة خبيثة كشجرة خبيثة اجتثت من فوق الارض مالها من قرار [17]

''اور گندی بات کی مثال جیسے ایک گندا درخت کہ زمین کے اوپر سے کاٹ دیا گیا ہو اور وہ ٹھہرنے والا نہیں''

یہ مثال کلمۂ کفر اور ہر گندی و بری اور فحش گوئی کی ہے۔

اللہ تعالیٰ توحید اور شرک میں فرق اس مثال کے ذریعے بیان فرماتا ہے:

ضرب الله مثلا رجلا فيه شركاء متشكسون ورجلا سلما لرجل ، هل يستوين مثلا [18]

''اللہ ایک مثال بیان فرماتا ہے ایک غلام کی جس کے متعدد بدخو آقا ہیں اور ایک غلام صرف ایک شخص کا ہے، کیا دونوں کی مثال برابر ہے''

یعنی ایک غلام جس کے کئی بدخو آقا ہیں جو غلام کو مختلف حکم دیتے ہیں وہ غلام پریشان ہے کہ کس کا حکم مانے اور کس کی نافرمانی کرے۔ اور وہ غلام جس کا ایک آقا ہو تو وہ غلام آرام سے رہتا ہے اپنے آقا کی خدمت کرتا ہے اس کا آقا اس کی فرمانبرداری پر خوش ہوتا ہے یہی مومن اور مشرک کی مثال ہے یہی توحید اور شرک میں فرق ہے توحیدی کے لئے دنیا و آخرت میں عیش و آرام ہے جبکہ مشرک دنیا و آخرت دونوں جہانوں میں خسارہ پانے والے ہیں۔

اللہ اپنے نور کی مثال اس طرح بیان فرماتا ہے:

مثل نوره كمشكوة فيها مصباح ، المصباح فى زجاجة ، الزجاجة كانها كوكب دري يو قد من شجرة مبركة زيتونة لا شرقيه ولا غربية يكاد زيتها يضئ ، ولولم تمسسه نار ط نور على نور ، يهدى الله لنوره من يشآء ، [19]

''اس کے نور کی مثال ایسے کہ طاق میں چراغ، چراغ فانوس میں ہے گویا ستارہ ہے

موتی کی طرح روشن کیا جاتا ہے زیتون کے پاکیزہ درخت سے جو نہ شرق کا نہ مغرب کا اب اس کا تیل روشن ہوتا ہے اگرچہ اسے آگ نہ چھوئے نور پر نور ہے اللہ اپنے نور کی راہ دے جسے چاہے''۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بیان کے مطابق یہاں مراد نبی کریم ﷺ کی ذات مبارک ہے۔ [20]

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے متعدد پوشیدہ مثالیں بیان فرمائی ہیں ان پوشیدہ مثالوں میں سے چند مثالیں درج ذیل ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

ولا يلدوا الا فاجرا كفارا - [21]

''اور نہ ہوگی انکے اولاد مگر بدکار ناشکرے''۔

یعنی جیسا باپ ویسا ہی بیٹا، سانپ کا بچہ سپولیا یعنی دشمن کی اولاد اور اسکے دوست سے نیکی کی امید رکھنا بے وقوفی ہے اور نادانی ہے دشمن کی اولاد اور دشمن کا دوست دشمن ہی ہوتے ہیں۔

فارسی کی کہاوت ہے کہ ''عاقل را اشارہ کافی است'' یعنی عقل مند کے لئے اشارہ کافی ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

فاعتبرو ايا اولى الابصار [22]

''تو عبرت پکڑو اے نگاہ والوں''۔

اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں عقل والوں کو دعوت فکر دی ہے کہ وہ اپنی عقل سے کام لیں غور و فکر کریں اور مثالوں اور سابقہ امتوں کی زندگیوں سے سبق حاصل کریں۔ اپنی بینا آنکھوں کے ہوتے ہوئے ان پر غفلت کی پٹی نہ باندھیں۔

اردو کی مشہور کہاوت ہے ''جیسی روح ویسے فرشتے''۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

الخبيثت للخبيثين والخبيثون للخبيثت ، والطيبت للطيبين والطيبون للطيبت [23]

''گندی عورتیں گندوں کے لئے اور گندے مرد گندیوں کے لئے اور پاک دامن پاکبازوں کے لئے اور پاکباز پاک دامنوں کے لئے''

یعنی جو شخص جیسا ہوتا ہے اسکے ویسے ہی دوست ہوتے ہیں گندگی میں رہنے والا گندگی میں رہنا پسند کرتا ہے چور چور کا دوست ہوتا ہے برا آدمی بری صحبت میں ہی رہتا ہے جس طرح مچھلی پانی کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتی اس طرح برا آدمی برائی کیے بغیر نہیں رہ سکتا۔ اس لئے کہ ایک برائی دوسری برائی کی دوست ہے جو جیسا شخص ہوگا ویسے ہی اسکے اعمال ہونگے ویسے ہی اسکے دوست ہونگے کیونکہ جیسی روح ہوتی ہے ویسے ہی اس پر فرشتے مسلط کیے جاتے ہیں۔

اردو زبان کی کہاوت ہے "جو دھرتی پر آیا اسے دھرتی نے کھایا" اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

کل نفس ذائقة الموت [۲۴]

"ہر نفس کو موت کا مزہ چکھنا ہے"

یعنی جو اس دنیا میں آ گیا اسے ایک دن مرنا ضرور ہے اس لئے کہ "جو دھرتی پر آیا اسے دھرتی نے کھایا" یہ کہاوت اس آیت کی روشنی میں پورا اترتی ہے۔

اہل ہند کی کہاوت ہے کہ "حرکت میں برکت ہے" اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

ومن یهاجر فی سبیل الله یجد فی الارض مرغما کثیرا وسعة [۲۵]

"اور جو ہجرت کرے اللہ کی راہ میں زمین پر پائے بڑی جگہ اور گنجائش"

یعنی ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھنے سے کچھ نہیں ہوتا بلکہ کوشش کرنی چاہیے حرکت میں برکت ہے اللہ کی رحمت اور نعمت کو تلاش کرنا چاہیے یہی اطاعت خداوندی ہے۔

یہ کہاوت بھی معروف ہے کہ "جو کرے سو بھرے" اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

من یعمل سوء یجز به [۲۶]

"جو برائی کرے اس کا بدلہ پائے گا"

یعنی جیسی کرنی ویسی بھرنی جو نیکی کرے گا تو اسے نیکی کا پھل ملے گا اور جو برائی کرے گا تو اسے برائی کا بدلہ ملے گا جو کرے گا سو بھرے گا۔ جو جیسا کام کرے گا اس کا ویسا ہی انجام ہوگا۔

کفار و مشرکین: "سب ایک ہی تھیلی کے چٹے بٹے ہیں" اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

لا تتخذو الیهود والنصری اولیآء بعضهم اولیآء بعض [۲۷]

"دوست نہ بناؤ یہود و نصاریٰ کو وہ آپس میں ایک دوسرے کے دوست ہیں"۔

یعنی یہ سب ایک تھیلی کے چٹے بٹے ہیں ان سے نیکی کی توقع کرنا بے سود ہے۔

نیش عقرب نہ از پئے کین است

مقتضائے طبیعتش این است

یہ کہاوت اس شخص کے لئے کہی جاتی ہے جس کی فطرت میں شرارت ہو۔ [۲۸]

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

ذلك زنیم [۲۹]

"وہ جس کی اصل میں خطا"۔

یہ گستاخ رسول ﷺ کی نشانیوں میں سے ایک ہے یعنی ظاہر ہے تحقیق جس کی اصل میں ہی خطا ہو تو وہ خطا ہی کرے گا شریف برائی نہیں کر سکتا اور رذیل سے بھلائی نہیں ہوتی اردو میں یہ کہاوت بھی کہی جاتی ہے "اصل سے خطا نہیں کم اصل سے وفا نہیں"۔

یہ بھی مشہور محاورہ ہے "قیامت کرنا" اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

ان الذین جآء و بالافك عصبة منكم [۳۰]

"بیشک وہ جو یہ بڑا بہتان لائے ہیں تمہیں میں سے ایک گروہ"

ایک مرتبہ منافقین نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر بہت بڑا بہتان لگایا تھا۔ اس آیت میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی وکالت کی گئی ہے اور منافقین نے جو قیامت کر رکھی تھی الزام تراشی سے اس کو کافور کر دیا گیا۔

یہ بھی مشہور محاورہ ہے "فی النار والسقر ہونا" اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

انما یاكلون فی بطونهم نارا ط وسیصلون سعیرا [۳۱]

"وہ کھاتے ہیں اپنے پیٹ میں آگ اور جلد پہنچیں گے جہنم"۔

یعنی گنہگار اپنے کیف کردار کو پہنچیں گے جہنم کی آگ کا ایندھن بنیں گے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں جہنم کی آگ سے محفوظ فرمائے۔ آمین۔

ان امثال کے علاوہ اور بھی امثال قرآن مجید میں موجود ہیں اللہ تعالیٰ ہمیں امثال سے عبرت حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

حوالہ جات و حواشی

۱۔ عبدالباقی، محمد فواد، المعجم المفهرس، ص ۸۳۶، منشورات ذوی القربیٰ، المصر، ۱۹۸۸ء

۲۔ فیروز الدین، الحاج مولوی، فیروز اللغات اردو جامع، ص ۱۴۰۳، فیروز سنز لمیٹڈ، لاہور

۳۔ سورۃ الزمر، آیت ۲۷

۴۔ سورۃ العنکبوت، آیت ۴۳

۵۔ سورۃ الکہف، آیت ۵۴

۶۔ سورۃ الحشر، آیت ۲۱

۷۔ سیوطی، جلال الدین، علامہ، الاتقان فی علوم القرآن (اردو) جلد ۲، ص ۳۹۷، مطبوعہ میر محمد کتب خانہ کراچی، س۔ن

۸۔ ایضاً، ص ۳۹۹

۹۔ سورۃ البقرہ، آیت ۱۷

۱۰۔ محمد اقبال، سر، ڈاکٹر، ضرب کلیم، ص ۲۹، شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور، مارچ ۱۹۵۳ء

۱۱۔ سورۃ البقرہ، آیت ۱۹۔۲۰

۱۲۔ سورۃ العنکبوت، آیت ۴۱

۱۳۔ سورۃ الاعراف، آیت ۱۷۶

۱۴۔ سورۃ ابراھیم، آیت ۱۸

۱۵۔ سورۃ محمد، آیت ۵

۱۶۔ سورۃ ابراھیم، آیت ۲۴۔۲۵

۱۷۔ ایضاً، آیت ۲۶

۱۸۔ سورۃ الزمر، آیت ۲۹

۱۹۔ سورۃ النور، آیت ۳۵

۲۰۔ البغدادی، علاء الدین علی بن محمد بن ابراھیم، تفسیر الخازن، جلد ۵، ص ۶۵، المکتبۃ التجاریۃ الکبریٰ، المصر

۲۱۔ سورۃ نوح، آیت ۱۶

۲۲۔ سورۃ الحشر، آیت ۲

۲۳۔ سورۃ النور، آیت ۳۶

۲۴۔ سورۃ العنکبوت، آیت ۵۷

۲۵۔ سورۃ النساء، آیت ۱۰۰

۲۶۔ سورۃ النساء، آیت ۱۴۳

۲۷۔ سورۃ المائدہ، آیت ۵۱

۲۸۔ فیروز الدین، الحاج مولوی، فیروز اللغات اردو جامع

۲۹۔ سورۃ القلم، آیت ۱۳

۳۰۔ سورۃ نور، آیت ۱۱

۳۱۔ سورۃ النساء، آیت ۱۰

اعجاز قرآن

محمد سہیل شفیق

معاون استاد، شعبہ اسلامی تاریخ، جامعہ کراچی

نوعِ انسانی را پیامِ آخریں

خالقِ جن و انس نے اپنے بندوں کی رہنمائی کے لیے جو مقدس کلام حضور پرنور سید العالمین ﷺ کے قلبِ اطہر پر تھوڑا تھوڑا نازل فرمایا، اس کا حسن و جمال قلب و نگاہ دونوں کو یکساں متاثر کرتا ہے۔ جس کی تجلیات دنیا و آخرت دونوں کو جگمگا دینے والی ہیں۔ اس کی تعلیم نے انسان کو خود شناس بھی بنایا اور خدا شناس بھی۔ یہ کتاب مقدس ہر لحاظ سے سراپا اعجاز ہے۔ اس کا ہر پہلو اتنا دلربا ہے کہ اسے پڑھنے والے کو مسحور کر دیتا ہے۔ سرورِ دو عالم ﷺ کو پیش گاہِ الٰہی سے جو معجزات عطا ہوئے ان میں سب سے بڑا معجزہ خود قرآن مجید ہے۔ کفارِ مکہ نے نبی کریم ﷺ سے معجزہ طلب کیا تو خدا نے فرمایا:

اولم یکفہم انا انزلنا علیک الکتب یتلی علیہم، ان فی ذلک لرحمۃ و ذکری لقوم یومنون۔ (العنکبوت: ۵۱)

ترجمہ: کیا انہیں یہ کافی نہیں کہ ہم نے آپ پر اتاری ہے کتاب جو انہیں پڑھ کر سنائی جاتی ہے بے شک اس میں رحمت اور نصیحت ہے مومنوں کے لیے۔

معجزہ کی تعریف:

الاتیان بامر خارق للعادۃ یقصد بہ بیان صدق من ادعی انہ رسول اللہ۔ (المسامرہ وغیرھا من کتب العقائد)

یعنی مدعی رسالت کی سچائی ثابت کرنے کے لیے کسی ایسے امر کا ظہور پذیر ہونا جو عادت کے خلاف ہو اسے معجزہ کہتے ہیں۔

سرورِ عالم ﷺ سے پہلے دیگر انبیائے کرام علیہم السلام نے اپنے اپنے زمانے میں معجزات دکھائے، مگر ان معجزات کا وجود صرف ان کی حیاتِ دنیوی تک رہا۔ علاوہ ازیں ان کے معجزات عموماً حسی تھے۔ جن کو فقط

حاضرین وقت نے اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ مثلاً عصائے موسوی کو اگر دیکھا تو اس وقت کے حاضرین نے، ناقۂ حضرت صالح علیہ السلام کا اگر مشاہدہ کیا تو اس وقت کے موجودین نے اور مائدہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اگر ملاحظہ کیا تو حاضرین وقت نے مگر نبی کریم ﷺ کو جن کی شریعت قیامت تک رہے گی اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید ایک ایسا معجزہ عقلیہ عطا فرمایا جو قیامت تک باقی رہے گا اور ہر زمانے میں ہر صاحب عقل سلیم اسکو بصیرت کی آنکھ سے دیکھ سکے گا۔ اسی مطلب کو امام بوصیری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنے مشہور قصیدہ بردہ شریف میں یوں ادا کیا ہے:

دامت لدینا ففاقت کل معجزۃ
من النبیین اذ جاءت ولم تدم

یعنی ہمیشہ رہیں گے ہمارے پاس یہ معجزے جو سب نبیوں کے معجزوں سے فائق ہیں
کہ ان کے معجزے ہوئے اور نہ رہے۔

فصاحت و بلاغت:

وجوہ اعجاز میں سب سے اعلیٰ اور مقدم قرآن کریم کی فصاحت و بلاغت ہے جو خارق عادت عرب ہے۔ قرآن کریم اس زمانے میں نازل ہوا جب عربوں کو اپنی زبان دانی اور فصاحت و بلاغت پر بڑا ناز تھا۔ زمانہ جاہلیت میں فصاحت و بلاغت میں عربوں کو وہ مقام حاصل تھا جو کسی دوسری قوم کو نصیب نہیں ہوا۔ ان میں افصح الفصحاء، ابلغ البلغاء، مصاقع الخطباء، اور اشعر الشعراء موجود تھے۔ بلیغ خطابات اور حکیمانہ کلام میں ان کی مہارت مسلم تھی۔ انہیں ایسی طلاقت لسانی حاصل تھی جس سے دوسرے خطوں کے انسان بے بہرہ تھے۔ اللہ تعالیٰ نے زبان پر یہ قدرت ان میں طبعاً اور خلقتاً رکھ دی تھی۔ شدید سے شدید مراحل میں وہ اپنی تقاریر اور خطبوں میں کلام کے تمام وسائل کو بروئے کار لاتے تھے۔ چمکتی ہوئی تلواروں اور ٹکراتے ہوئے نیزوں کے درمیان فی البدیہہ رجزیہ اشعار پڑھا کرتے تھے۔ مدح کرنے پر آتے تو زمین و آسمان کے قلابے ملا دیتے اور ذم کرنے پر آتے تو تحت الثریٰ میں پہنچا دیتے یہ زور کلام ان کا بہت بڑا وسیلہ تھا۔ جس سے وہ دم کے دم میں لوگوں کو اپنے ساتھ ملا لیتے ۔ اشخاص و قبائل کو بلند و پست کیا کرتے۔ عقلوں کو فریب دینا اور جنگجوؤں کو نرم کر دینا ان کے بائیں ہاتھ کا کھیل تھا۔ بزدل کو جری بنا دینا، بخیل کے ہاتھ کو کشادہ کر دینا، ناقص کو کامل بنا کر پیش کرنا اور عقلمند کو گمنام بنا دینا ان کی زبان آوری کے معمولی کرشمے تھے۔ ایسے فصحاء و بلغاء اور زبان آوروں کو اگر کسی نے ششدر کیا تو وہ ذات رسالتمآب ﷺ تھی۔ اس امی لقب امین نے جو کتاب اللہ اپنی نبوت کے ثبوت میں اپنے ہم وطنوں کے سامنے پیش کی وہ انہی کی زبان میں تھی اور اسی فن میں ان سے معارضہ طلب کیا جس میں وہ نقارہ لمن الملک الیوم بجا رہے تھے لیکن اس الہامی کلام کے آگے کسی کا چراغ روشن نہ ہو سکا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہوا:

قل لئن اجتمعت الانس والجن علیٰ ان یاتو بمثل ھذا القران لا یاتون بمثلہ ولو کان بعضھم لبعض ظھیرا (الاسراء: ۸۸)

ترجمہ: فرمائیے اگر تمام انسان اور جن اس قرآن کی مثل لانے پر جمع ہو جائیں تو وہ اس کی مثل نہیں لا سکیں گے خواہ وہ ایک دوسرے کی مدد بھی کریں۔

اور جب وہ اس پورے قرآن کی مثل لانے سے عاجز رہے تو اللہ تعالیٰ نے چیلنج میں تخفیف کر کے فرمایا:

فاتو بعشر سور مثلہ (ھود: ۱۳)

ترجمہ: سو تم اس کی مثل دس سورتیں لے آؤ۔

اور جب وہ اس کی مثل دس سورتیں بھی پیش کرنے سے قاصر رہے تو مزید تخفیف کرتے ہوئے فرمایا:

فاتو بسورۃ مثلہ (یونس: ۳۸)

ترجمہ: پس تم اس کی مثل کوئی ایک سورت لے آؤ۔

اور جب وہ اس کی مثل ایک سورۃ لانے سے بھی عاجز رہے تو فرمایا:

فلیاتو بحدیث مثلہ (طور: ۳۴)

ترجمہ: یہ (منکر) اس کی مثل ایک بات ہی لے آئیں۔

دشمنان اسلام کے لیے یہ کتنا آسان طریقہ تھا کہ تین آیات کی ایک سورت بنا کر قرآن کے چیلنج کا جواب دے دیتے اور اسطرح قرآن، نبوت اور اسلام کی صداقت و عظمت کو یکدم ختم کر کے کرشمہ ساز کا منظر دکھا دیتے لیکن "ولن تفعلوا" کی پیشین گوئی کی صداقت کی گواہی دیتے ہوئے چودہ صدیاں گزر چکیں لیکن قرآن مجید کے اس چیلنج کا جواب آج تک کوئی نہ دے سکا۔

آں کتاب زندہ قرآن حکیم
حکمت او لا زوال است و قدیم

عظیم کلام:

اس کے وجوہ اعجاز میں ایک اسکے عجیب نظم کی صورت اور اسکا وہ اسلوب ہے جو کلام عرب کے اسالیب سے بالکل مختلف ہے اور اسکے طرز ہائے کلام میں وہ حصہ بھی شامل ہے جس میں آیات کے اواخر کا وقف ہے اور جس پر اس کے کلمات کے فواصل کی انتہا ہوتی ہے۔ اسکی نظیر نہ تو قرآن سے پہلے ملتی ہے اور نہ بعد میں۔

صاحب اتقان حازم کی کتاب "منہاج البلغاء" کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ قرآن میں اعجاز کی وجہ یہ

ہے کہ اس میں فصاحت و بلاغت اس کے ہر موقع اور ہر محل پر یکساں طور سے پائی جاتی ہے اس طرح کہ اس میں انقطاع نہیں اور اس پر کوئی انسان قادر نہیں۔ اس کے برعکس کلام عرب یا ان کی زبان میں گفتگو کرنے والوں کے اعلیٰ درجہ کے کلام تک میں بھی یہ بات نہیں کہ اس کی ابتداء سے لے کر انتہا تک ہر جگہ بالکل یکساں طور پر فصاحت و بلاغت موجود ہو۔ جبکہ ان کے تخیل کی ہر حرکت کے ساتھ با معنی الفاظ اس طرح ہاتھ باندھ کر آن کھڑے ہوتے جیسے کہ یہی الفاظ اس رفتار تخیل کی اساس ہیں۔ اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ یہ لفظ اسی دن کے لیے وضع ہوا ہے اور اسی معنی کے لیے ڈھلا ہے، کوئی دوسرا لفظ اس مضمون و تخیل کی ادائیگی کے لیے وضع ہی نہیں ہوا ہے۔ لیکن جب ان کے سامنے اسلوب قرآن آیا تو انہوں نے بعینہ انہی الفاظ کو اس اسلوب میں مستعمل اور رواں پایا، جس کو وہ دن رات بولا کرتے تھے۔ بالکل اسی انداز گفتگو اور طرز خطاب کے ساتھ جس کے وہ عادی اور جس سے وہ مانوس و مالوف تھے۔ اس کے باوجود نظم قرآن کے طرق، اس کے وجوہ ترکیب، اس کے کلمات میں حروف کی ترکیب، اس کے جملوں میں ان کلمات کی ترتیب اور پھر مجموعہ قرآن میں ان سارے جملوں کی بندش اور نشست ایسی تھی جس نے ان کو مبہوت اور ششدر کر دیا اور ایک پر جلال خوف چھا گیا یہاں تک کہ عرب اپنی اسی فطری زبان آوری کو جسے وہ بہت قوی سمجھتے تھے ضعیف کہنے پر مجبور ہوئے اور ان کے بلغاء کو یہ اعتراف کرنا پڑا کہ اسلوب قرآن بیان و کلام کی وہ جنس کرانمایہ ہے، جس تک ان کی پرواز ممکن نہیں۔

حضرت جبید بن ربیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو سبع معلقات کے شعراء میں سے تھے۔ اسلام لے آئے تھے اور ساٹھ سال اسلام میں زندہ رہے۔ اسلام لانے کے بعد انہوں نے سوائے ایک بیت کے کوئی شعر نہیں کہا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے زمانہ خلافت میں ان سے فرمایا کہ مجھے اپنے شعر سناؤ۔ اس پر آپ نے سورہ بقرہ پڑھی اور عرض کیا۔ میں شعر نہیں کہنے کا۔ جبکہ اللہ تعالیٰ نے مجھے سورہ بقرہ سکھادی ہے۔

ابن مقفع جو فصاحت و بلاغت میں یگانہ روزگار تھا اور زمانہ تابعین میں تھا۔ قرآن مجید کے معارضہ میں کچھ لکھنا شروع کیا۔ ایک روز ایک مکتب سے اسکا گزر ہوا جس میں ایک لڑکا آیت پڑھ رہا تھا:

وقیل یا ارض ابلعی ماءک ویسماء اقلعی وغیض الماء وقضی الامر واستوت علی الجودی وقیل بعداً للقوم الظلمین (ھود: ۴۴)

ترجمہ: اور حکم آیا اے زمین نگل جا اپنا پانی اور اے آسمان تھم جا۔ اور خشک کیا گیا پانی اور تمام کیا گیا کام اور کشتی ٹھہری جودی پہاڑی پر اور حکم ہوا کہ دور ہو قوم بے انصاف۔

یہ سن کر وہ واپس آیا اور جو کچھ لکھا تھا سب مٹا ڈالا اور کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ اس کا معارضہ کبھی نہیں ہو سکتا۔ یہ انسان کا کلام نہیں۔

ما خوربت قط لا غاز بن حرب
الله الاغادی المجا ملقی السلم

ان آیات سے جب کسی دشمن بدترین دشمناں نے جنگ کی تو وہ باز آیا صلح کرتا ہوا۔

مشہور مستشرق اے گلیوم اپنی کتاب اسلام میں رقمطراز ہے کہ قرآن دنیا کے ادبیات عامہ میں سے ہے جس کا ٹھیک ٹھیک ترجمہ کوئی دوسری زبان میں پیش کرنے سے قاصر ہے۔ اسکا ترنم ایک مخصوص حسن کا حامل ہے اور اسکا لحن سامعت کے لیے مسحور کن ہے۔ بہت سے مسیحی عرب اس کے اسلوب کے لیے رطب اللسان ہیں اور اکثر عربی دان اسکی فضیلت تسلیم کرتے ہیں۔

جب اسے باآواز بلند پڑھا جائے یا اسکی تلاوت کی جائے تو اسکا ترنم وہیش سحر انگیز ثابت ہوتا ہے جو سننے والے کو اسکی بعض اوقات عجیب نحوی ترکیب سے اور بعض اوقات ہمارے خیال میں ناگوار مضمون سے بے نیاز کر دیتا ہے۔ اس کی یہ خصوصیت ہے کہ اسکی دلاویز موسیقی تنقید کی زبان بند کر دیتی ہے۔ اس عقیدے کا باعث بنی کہ اسکی نظیر ناممکن ہے۔ اس بات کی بلاشبہ توثیق کی جاسکتی ہے کہ عربوں کا ادب، خواہ شاعری ہو یا اعلیٰ پایہ نثر، دونوں میں وسیع اور باثروت ہے، تاہم اس ادب میں ایسی کوئی چیز نہیں جو قرآن سے لگا کھا سکتی ہو۔

اخبار غیب:

قرآن کریم میں وجہ اعجاز گذشتہ اقوام وملک کے حالات وکوائف کو اس انداز میں بیان کرنا بھی ہے کہ گویا آنحضرت ﷺ نے بچشم خود دیکھا۔ حالانکہ مدت ہوئی تاریخ انہیں بھلا چکی تھی۔ مثلاً حضرت آدم و حوا علیہما السلام کا قصہ، حضرت نوح علیہ السلام وطوفان کا قصہ، حضرت ابراہیم وسارہ علیہما السلام کا قصہ، حضرت اسحاق وحضرت لوط علیہما السلام کے حالات، حضرت مریم و پیدائش حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر۔ ان میں بعض تو علمائے اہل کتاب کو بھی شاذ و نادر ہی معلوم تھے یہود کے سوال کرنے پر بتائے گئے۔ مثلاً اصحاب کہف کا قصہ، ذوالقرنین کا قصہ، حضرت یوسف علیہ السلام اور ان کے بھائیوں کا قصہ، حضرت موسیٰ علیہ السلام و حضرت خضر علیہ السلام کا قصہ۔ یہ تمام قصے قرآن کریم میں کتب الہامیہ سابقہ کے مطابق مع التنقید مذکور ہیں۔ قرآن کریم نے نہ صرف مختلف قوموں کے حالات وکوائف پر روشنی ڈالی بلکہ معاصرین کی نفسیاتی کمزوریوں پر سے بھی پردہ اٹھایا۔ اور یہ بھی بتایا کہ ان کے دلوں میں کون کون سے شبہات پرورش پا رہے ہیں۔ اس میں اعجاز کا پہلو وہ پیشین گوئیاں بھی ہیں جن کا تعلق مستقبل سے ہے اور وہ حرف بہ حرف پوری ہوئیں۔ جوں جوں سائنسی علوم ترقی کر رہے ہیں۔ عہد حاضر کی معلومات واکتشافات کا دائرہ وسیع ہو رہا ہے۔ ان کی تصدیق ہوتی چلی جاری ہے۔ اور قرآنی خبروں اور پیشین گوئیوں پر مہر تصدیق ثبت ہوتی چلی جا رہی ہے۔

علوم القرآن:

قرآن کریم علوم کے لحاظ سے بھی معجزہ ہے۔ شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں قرآن کریم پانچ علوم سے خارج نہیں۔

اول: علم احکام۔ خواہ از قسم عبادات ہوں یا معاملات یا تدبیر منزل یا سیاست مدن۔
دوم: چار گمراہ فرقوں یعنی یہود و نصاریٰ اور مشرکین و منافقین کے ساتھ مخاصمہ کا علم۔
سوم: اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کے ساتھ نصیحتوں کا علم۔
چہارم: ایام اللہ یعنی امم ماضیہ میں دشمنان خدا کے ساتھ خدا کے وقائع بیان کرنے کے ساتھ نصیحت کرنے کا علم۔
پنجم: موت اور مابعد موت کے ساتھ نصیحت کرنے کا علم۔

علامہ طبری لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے تورات میں صرف مواعظ یعنی نصیحتیں بیان کی ہیں، زبور میں صرف اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا، ہے اور انجیل میں صرف مثالیں، جبکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں مواعظ، حمد و ثنا، اور تمثیلات بھی بیان کی ہیں اور اسی میں وہ تمام خصوصیات ہیں جو کتب سابقہ میں تھیں۔ نیز قرآن مجید میں ایسے اصول اور احکام بیان کیے گئے ہیں جو عہد رسالت سے لے کر قیامت تک آنے والی تمام نسل انسانی کے نظام حیات کے لیے کافی اور دوامی ہیں۔

قرآن کریم لاتعداد معاشرتی اور سائنسی، ارضی و سماوی، طبعی و روحانی علوم کا خزانہ ہے۔ کئی ایسے علوم اور مسائل، ان کی ایسی جزئیات اور تفاصیل بھی قرآن میں درج ہیں جنہیں اس صدی کے سائنسی اور تحقیقی کمالات کا سرمایہ افتخار سمجھا جاتا ہے۔ آج سے چودہ صدیاں قبل جب علوم اور سائنسی تحقیقات کا دائرہ نہایت محدود تھا، کوئی ایک شخص یا کئی اشخاص مل کر بھی ایسے تصورات پیش نہیں کر سکتے تھے اس لیے لامحالہ یہ تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ قرآن انسانی فکر و تحقیق سے بالاتر کلام ہے۔ یہ ایک ایسی ہستی کا کلام ہے جو رب العالمین ہے اور علیم و خبیر بھی۔ اس کلام میں ذہن انسانی کی تخلیق کا کوئی عنصر شامل نہیں۔ ان چودہ صدیوں میں اس صداقت کی لاتعداد شہادتیں اور دلیلیں منظر عام پر آ چکی ہیں۔ یہاں مثال کے طور پر صرف ایک واقعہ پیش خدمت ہے۔

ڈاکٹر فرینیہ پیرس کے ایک مشہور اور ہر دلعزیز ڈاکٹر اور فرانسیسی پارلیمنٹ کے رکن تھے۔ لیکن انہوں نے پارلیمنٹ اور پیرس کی رونق و شہرت سے کنارہ کشی اختیار کر لی اور ایک پر سکون گاؤں میں آباد ہو گئے وہ بتاتے ہیں کہ میری جوانی سمندری سفروں میں گزری ہے۔ مجھے سمندر اور سمندری سفروں سے گہری دلچسپی تھی اس کے ساتھ ساتھ مطالعے کا بے حد شوق تھا۔ مطالعے کا یہی شوق مجھے قرآن کریم کے ایک فرانسیسی ترجمے تک لے آیا۔ اسے پڑھتے ہوئے میری نظر ایک آیت پر جم کر رہ گئی جس میں ایک سمندری نظارے کی کیفیت بیان کی گئی ہے۔ اسے میں نے بڑی دلچسپی سے پڑھا۔ اس میں گمراہ لوگوں کی حالت کے متعلق ایک نہایت ہی عجیب و بلیغ تمثیل بیان کی گئی ہے۔

او کظلمت فی بحر لجی یغشٰہ موج من فوقہ موج من فوقہ سحاب، ظلمٰت بعضھا ما فوق بعض، اذا اخرج یدہ لم یکد یرٰھا، ومن لم یجعل اللہ لہ نوراً فما لہ من نور۔ (النور: ۴۰)

ترجمہ: یا وہ ایسے ہیں جیسے گہرے سمندر کے اندرونی اندھیرے کہ اس کو بڑی لہر نے ڈھانک لیا۔ اس کے اوپر دوسری لہر اس کے اوپر بادل۔ اوپر تلے بہت سے اندھیرے ہیں کہ اگر (کوئی ایسی حالت میں) اپنا ہاتھ نکالے (اور دیکھنا چاہے) تو دیکھنے کا احتمال بھی نہیں اور جس کو اللہ ہی نور (ہدایت) نہ دے اس کو نور نہیں۔

میرا دل اس تمثیل کی عمدگی اور انداز بیان سے بے حد متاثر ہوا اور میں نے خیال کیا کہ محمد ﷺ ضرور ایسے شخص ہوں گے جن کے دن اور رات میری طرح سمندروں میں گزرے ہوں گے۔ میں سمجھتا ہوں کہ سمندری خطرات کا کوئی بڑے سے بڑا ماہر بھی اتنے مختصر لفظوں میں ایسی جامعیت کے ساتھ خطرات بحری کی صحیح کیفیت بیان نہیں کر سکتا۔ لیکن اس کے تھوڑے ہی عرصے بعد مجھے معلوم ہوا کہ محمد عربی ﷺ امی شخص تھے اور انہوں نے زندگی بھر سمندر کا سفر بھی نہیں کیا تھا۔ اس انکشاف کے بعد میرا دل روشن ہو گیا۔ میں نے سمجھ لیا کہ یہ محمد ﷺ کی آواز نہیں بلکہ اس خدا کی آواز ہے جو رات کی تاریکی میں ہر ڈوبنے والے کی بے چارگی کو دیکھ رہا ہوتا ہے۔ میں نے دوبارہ قرآن کا مطالعہ کیا اور خصوصاً متعلقہ آیت کا خوب غور سے تجزیہ کیا۔ اب میرے سامنے مسلمان ہوئے بغیر کوئی چارہ نہ تھا۔ چنانچہ میں نے شرح صدر کے ساتھ کلمہ پڑھا اور مسلمان ہو گیا۔ (بحوالہ مطالعہ بائبل و قرآن از بشیر محمود اختر، مجلس علم و ادب، ایبٹ آباد، ۱۹۹۹ء)

حفظ قرآن:

قرآن کریم کا ایک اعجاز یہ بھی ہے کہ اس میں تغیر و تحریف کا امکان نہیں۔ یہ واحد کتاب مقدس ہے جس کی حفاظت کی ذمہ داری اللہ تعالیٰ نے خود اٹھائی ہے۔

انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون (الحجر: ۹)

ترجمہ: بے شک ہم نے اسے (قرآن کو) نازل کیا اور بے شک ہم ہی اس کے محافظ ہیں۔

لا یاتیہ الباطل من بین یدیہ ومن خلفہ تنزیل من حکیم حمید۔

(حم سجدہ: ۴۲)

ترجمہ: نہیں داخل ہو سکتا اس میں باطل نہ سامنے سے نہ پیچھے سے نازل کردہ ہے خدائے حکیم و حمید کا۔

اس سے پہلے بھی اللہ تعالیٰ اپنا کلام اپنے رسولوں پر نازل فرماتا رہا ہے لیکن زمانہ کی دست برد سے وہ کلام اپنی اصل صورت و کیفیت میں محفوظ نہیں رہ سکے جبکہ قرآن کریم آج بھی اسی شکل و صورت میں لاکھوں حفاظ کرام کے سینوں اور کروڑوں سفینوں میں محفوظ ہے۔ اس کا ایک ایک لفظ اور حرف ویسے ہی محفوظ ہونا جیسا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے قلب محمدی ﷺ پر نازل ہوا بذات خود ایک بے نظیر معجزہ ہے۔

دنیا میں یہ وہ واحد کتاب ہے جسے فرزندان توحید حصول برکت و سعادت کے لیے ہر روز تلاوت کرتے ہیں۔ جسے روزانہ پانچ وقت نمازوں میں پڑھا جاتا ہے پھر ہر سال ماہ رمضان میں دنیا بھر کے مسلمان پورا

قرآن حفاظ کرام کی زبان سے سننے کا شرف حاصل کرتے ہیں۔

مختصر یہ کہ قرآن کریم اپنی تمام صفات و حیثیات کے لحاظ سے ایک معجزہ کامل ہے۔ یہ انسان کی عملی زندگی کی رہنمائی کے لیے علم کا ماخذ بھی ہے اور قانون کا ماخذ بھی۔ جس سے انسان کی حقیقی مساعی فیض پاتی ہیں۔ یہ ایک کائنات ہے جس کے خد و خال میں انسان کا فطری اور معاشرتی ماحول ڈھلتا ہے۔ ایک ایسی کائنات ہے جو انسانی روح کی زندگی، اس کی موزونیت، تمتع، موت اور اس دنیا کے بعد آخری انجام کا تعین کرتی ہے۔

ورق تمام ہوا اور مدح باقی ہے
سفینہ چاہیے اس بحر بیکراں کے لیے

Seminar Library
Department of Islamic History
University of Karachi

محبت کا جنوں باقی نہیں ہے
مسلمانوں میں خوں باقی نہیں ہے
صفیں کج، دل پریشاں، سجدہ بے ذوق
کہ جذب اندروں باقی نہیں ہے

خودی کی جلوتوں میں مصطفائی
خودی کی خلوتوں میں کبریائی
زمین و آسمان و کرسی و عرش
خودی کی زد میں ہے ساری خدائی